شُوریٰ کا اسلامی تصور

علامہ محمد طاسینؒ

http://allamahtuaseen.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شُوریٰ کا اسلامی تصور

عربی لغت کی کتابوں میں شُوریٰ کے معنی مشاورت اور تشاور کے کیے گئے ہیں اور عرف عام میں مشاورت اور تشاور کا مطلب ہے دو یا دو سے زیادہ اشخاص کا اپنے کسی مشترک مسئلہ کو حل کرنے اور مشترک معاملہ کو طے کرنے کے لیے آپس میں ایک دوسرے کی رائے معلوم کر کے بحث و مباحثہ کے بعد کسی ایک اجتماعی حل اور فیصلے تک پہنچنا، اس مطلب کو مشاورت اور تشاور سے موسوم اور تعبیر کرنے کی وجہ ممکن ہے یہ ہو کہ مشاورت اور تشاور، باب تفاعل اور باب مفاعلۃ کے مصدر ہیں جن کا مادہ مجرد شُور ہے، اور شُور کے متعدد معنوں میں سے ایک معنی ہے شہد کے چھتے سے شہد نکالنا، اور چونکہ باب مفاعلۃ اور باب تفاعل کی خاصیت مشارکت ہے جس کے معنی ہیں دو یا دو سے زیادہ آدمیوں کا کسی فعل میں اشتراک، لہذا مشاورت اور تشاور کا مطلب ہوا دو یا دو سے زیادہ اشخاص کا مل جل کر شہد کے چھتے سے شہد نکالنا، اور چونکہ مفید نتیجہ کے لحاظ سے ان لوگوں کا عمل جو اپنے کسی مشترک مسئلہ کا حل اجتماعی غور و فکر اور باہمی تبادل آراء سے نکالتے ہیں ان لوگوں کے عمل سے مشابہ ہوتا ہے جو مل جل کر باہمی اشتراک عمل کے ذریعے چھتے سے شہد نکالتے ہیں لہذا اس کو تشاور اور مشاورۃ سے تعبیر اور موسوم کیا گیا بہر حال یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مشترک اجتماعی مسائل کو حل کرنے کا سب سے بہتر طریقہ شُوریٰ اور مشاورت کا طریقہ ہے، یہ طریقہ چونکہ عقل و فطرت، دین و دانش اور عدل و انصاف کے عین مطابق ہے لہذا تاریخ گواہ ہے کہ ہر زمانے میں ہر قوم و ملک اور ہر سوسائٹی و معاشرے میں اس

http://allamahtuaseen.com

طریقہ کو نہ صرف یہ کہ نظری طور پر پسند کیا اور اچھا سمجھا گیا بلکہ کسی نہ کسی شکل میں عملی طور پر بھی اختیار کیا گیا اور آج بھی عالم انسانیت میں ہر جگہ اس پر عمل ہو رہا ہے، شوریٰ اور مشاورت کی ابتدائی شکل وہ ہے جو خاندان کے دائرہ میں اس وقت رونما ہوتی ہے جب کسی گھریلو مسئلہ کو شوہر اور بیوی ایک دوسرے کی رائے معلوم کرنے اور باہمی صلاح و مشورے سے طے کرتے ہیں، پھر اس سے ذرا وسیع شکل وہ ہوتی ہے جو کسی قبیلے کے چند بزرگ قبیلہ سے متعلق کسی مسئلہ کے طے کرنے میں اختیار کرتے ہیں، اسی طرح محلہ کمیٹی محلہ کے مسائل، گاؤں کی پنچائیت گاؤں کے مسائل، شہر کی میونسپل کمیٹی اور کارپوریشن شہری مسائل، تحصیل، ضلع، صوبہ کی کونسلیں اپنے متعلقہ مسائل طے کرنے کے لیے جو طریقہ کار اختیار کرتی ہیں وہ بھی شوریٰ ہی کی مختلف شکلیں ہیں، علی ھذا القیاس قومی اسمبلیاں، پارلیمنٹیں، پریوی کونسلیں، انقلابی کونسلیں باہمی غور و فکر اور بحث و تمحیص کے جس طریقے سے اپنے اجتماعی امور و معاملات طے کرتی ہیں وہ بھی شوریٰ اور مشاورت کی ہی تعریف میں آتا ہے، دنیا میں شوریٰ اور مشاورت کا سب سے بڑا ادارہ، مجلس اقوام متحدہ کا ادارہ ہے جس کے وجود کا مقصد بین الاقوامی اور عالمی نوعیت کے امور و مسائل باہمی صلاح و مشورے اور بحث و مباحثے کے طریقے سے طے کرنا ہے جنرل اسمبلی اس کا مظہر اتم ہے جس میں اقوام عالم کے نمائندے شریک ہوتے اور ایسے مسائل پر بحث و تمحیص اور تبادلہ آراء کرتے اور ان کا حل نکالنے کی کوشش کرتے ہیں جن سے عالمی امن و امان کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے، غرضیکہ دنیائے انسانیت میں مختلف چھوٹی بڑی شکلوں میں مختلف ناموں سے مشاورتی اور شُورائی ادارے موجود رہے اور موجود ہیں، اور صرف جمہوری ممالک اور حکومتوں میں ہی نہیں بلکہ ایسی مملکت اور حکومتوں میں بھی موجود رہے اور ہیں جہاں شخصی بادشاہتیں اور فوجی امریتیں قائم رہیں اور قائم ہیں، ہر بادشاہ اپنی ایک مجلس مشاورت اور ہر ڈکٹیٹر اپنی ایک انقلابی کونسل کا وجود ضروری سمجھتا رہا ہے کیونکہ اس کے بغیر امور مملکت اور حکومتی مسائل بہتر طور پر انجام دئے ہی

http://allamahtuaseen.com

نہیں جا سکتے، قرآن مجید میں مصر کے بادشاہ فرعون اور یمن کی ملکہ سباء کی مجلس مشاورت کا واضح طور پر ذکر موجود ہے اسی طرح حضرت سلیمان علیہ اسلام جو نبی ہونے کے ساتھ بادشاہ بھی تھے، قرآن مجید میں ان کی درباری مجلس مشاورت کا واضح ذکر ہے اور تاریخ میں تو اس کی بے شمار مثالیں ہیں، اسی طرح دینی اور غیر دینی دونوں قسم کے معاشروں میں مشاورت کا وجود یکساں طور پر ملتا ہے لہذا کہا جا سکتا ہے کہ مشترک اجتماعی مسائل کو مشاورت کے ذریعے حل کرنے کا طریقہ ایک فطری طریقہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر عاقل و بالغ انسان فطرۃً یہ چاہتا ہے کہ جس مسئلے کے ساتھ اس کے نفع و نقصان اور فائدے و ضرر کا تعلق ہے وہ اس کی رائے اور مرضی سے طے پانا چاہیے چنانچہ اگر کوئی دوسرا اپنی مرضی اور رائے سے بغیر اُس کی مرضی و رائے معلوم کیے اُس مسئلہ کو طے کرتا ہے تو وہ اس کی عزت نفس اور خودداری پر گراں گزرتا اور وہ اس سے ناراض و رنجیدہ ہوتا ہے، عقل سلیم کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جس مسئلے کے ساتھ انسان کا نفع و نقصان وابستہ ہو اس مسئلے کے طے کرنے میں اس انسان کی مرضی ضرور شریک ہونی چاہیے، اسی طرح آزادی جو ہر انسان کا بنیادی حق ہے اور جس کا تحفظ دین و دانش دونوں کے نزدیک ضروری ہے اس کے تحفظ کی صورتوں میں سے ایک صورت یہ ہے کہ جس مسئلے کے ساتھ انسان کے ذاتی فائدے و ضرر کا تعلق ہو وہ اس کی آزادی و مرضی سے طے پانا چاہیے چنانچہ یہی عدل و انصاف کا تقاضا بھی ہے، علاوہ ازیں یہ بھی ایک امر واقعہ ہے کہ جب انسان اپنا کوئی مسئلہ اپنی مرضی سے طے کرتا ہے تو غلطی کی صورت میں اسے جو ضرر و نقصان پہنچتا ہے اس کا ذمہ دار وہ خود کو سمجھتا اور اسے بخوشی برداشت کر لیتا ہے، بخلاف اس شکل کے جب اس کے مسئلے کو اس کی مرضی کے بغیر کوئی دوسرا شخص طے کرتا ہے تو غلطی کی صورت میں اسے جو نقصان و ضرر اٹھانا پڑتا ہے اس کا ذمہ دار وہ دوسرے کو ٹھہراتا اور اس سے نقصان کی تلافی کا تقاضا اور مطالبہ کرتا ہے اور اگر وہ تلافی نہیں کرتا تو اس سے اس کو رنج پہنچتا اور وہ لڑائی جھگڑے پر آمادہ ہو جاتا ہے لہذا امن و امان اور باہمی تعلقات کی خوشگواری کا تقاضا

http://allamahtuaseen.com

بھی یہی ہے کہ جس مسئلے سے لوگوں کے نفع ونقصان کا تعلق ہو وہ مسئلہ ان کی مشترک اجتماعی آراء یعنی مشاورت سے طے ہونا چاہیے تاکہ غلطی کی صورت میں کسی کو کسی سے رنجش وشکایت پیدا نہ ہو اور آپس کے تعلقات نہ بگڑیں۔

اسلام چونکہ دین فطرت اور اس کی تعلیمات عقل ودانش اور عدل وانصاف کے عین مطابق ہیں لہذا وہ اجتماعی امور ومسائل کے طے کرنے میں مشاورت کے طریقہ پر زور دیتا اور مسلمانوں پر لازم ٹھہراتا ہے کہ وہ اپنے اجتماعی مسائل اجتماعی صلاح ومشورے سے حل کریں، قرآن کریم کی ایک آیت میں مومنوں کے جو اوصاف بیان ہوئے ہیں ان میں سے ایک وصف اَمرھُم شُوریٰ بَینھُم فرمایا گیا ہے، یعنی یہ کہ وہ اپنے اجتماعی امور ومسائل باہمی مشاورت سے طے اور حل کرتے ہیں مقصد یہ کہ ان کو اجتماعی اور ملکی امور کے طے کرنے میں ہمیشہ مشاورت کا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ ایک دوسری آیت میں رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے: وَشَاوِرھُم فِی الاَمرِ ، اور اجتماعی امور میں مسلمانوں سے مشاورت فرماتے رہیں چنانچہ متعدد احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایسے امور میں جن کے متعلق کوئی صریح حکم الہیٰ موجود نہ ہوتا تھا اپنے صحابہ کرام سے مشاورت فرماتے اور ان کی آراء معلوم کرتے تھے، حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث کا ترجمہ ہے کہ میں نے رسول ﷺ سے زیادہ اپنے اصحاب سے مشورہ کرنے والا اور کوئی نہیں دیکھا یعنی آپ اپنے صحابہ سے بہت زیادہ مشورہ فرماتے تھے، اس میں یہ تعلیم ہے کہ ہر ریاست اور سربراہ حکومت کو ایسا ہی کرنا چاہیے یعنی اجتماعی امور کے طے کرنے میں صرف اپنی ذاتی رائے پر نہیں بلکہ جمہور کے نمائندہ اہل الحل والعقد کی اجتماعی رائے پر اعتماد وبھروسہ کرنا چاہیے۔

اب میں کچھ وہ ہدایات پیش کرنا چاہتا ہوں جو شوریٰ کے اسلامی تصور اور اسلامی مجلس شوریٰ سے تعلق رکھتی اور جن کی وجہ سے اسلامی تصور شوریٰ دیگر غیر اسلامی تصورائے شوریٰ سے مختلف ومتغائر ہے، یہ

http://allama-tuaseen.com

ظاہر بات ہے کہ اسلامی مجلس شوریٰ کے ارکان و ممبران وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو اعتقادی و عملی طور پر سچے مسلمان ہوں یعنی جو اللہ کی ذات وصفات اور توحید پر، اللہ کے ملائکہ، اللہ کی کتابوں جن میں آخری اور انتہائی جامع و مکمل کتاب قرآن مجید ہے، اللہ کے رسولوں جن میں آخری اور کامل ترین رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اور آخرت کی زندگی اور جزاء و سزا پر پختہ اعتقاد اور سچا ایمان رکھتے ہوں اور اسلام کے پانچ بنیادی ارکان کو دل سے مانتے اور ان پر عمل کرتے ہوں یعنی زبان سے کلمہ طیبہ پڑھ کر اللہ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت کا اقرار و اعلان کرتے اور اس کی شہادت و گواہی دیتے ہوں، نماز پڑھتے، رمضان کے روزے رکھتے، زکاۃ دیتے اور حج کرتے ہوں، نیز جو قرآن مجید اور سنت رسول کو مکمل ضابطہ حیات اور جامع نظام زندگی سمجھتے اور اپنی پوری زندگی اس کے مطابق گزارنے کو ضروری ٹھہراتے ہوں، جو اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کا جذبہ اور ولولہ رکھتے ہوں اور جن کا مقصدِ زندگی اور نصب العین خود دینِ اسلام پر عمل پیرا رہنا اور اسے دنیائے انسانیت میں پھیلانے اور سربلند کرنے کی ہر ممکن جدوجہد کرتا ہو اور جو عالمی سطح پر عدل و انصاف اور امن و سلامتی کے قیام و تحفظ کے داعی اور علمبردار اور بنی نوع انسان کی بھلائی اور بہتری چاہتے ہوں اور یہ سب کچھ اللہ کی رضا و خوشنودی اور آخرت کی نجات و سعادت اور فوز و فلاح کی خاطر ہو۔

ظاہر ہے کہ جس مجلس شوریٰ کے ارکان و ممبران مذکورہ اوصاف و خصائل کے حامل ہوں ان کے مابین کامل یگانگت، یک جہتی اور ہم آہنگی کا پایا جانا ایک قدرتی بات ہے لہذا وہ حقیقی معنوں میں ایک جماعت کا مصداق قرار پاتے ہیں ان کے اندر کسی مسئلے کے متعلق اصولی اختلاف نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ سب ان اصولوں کو یکساں طور پر مانتے اور دل سے ان کا احترام کرتے ہیں جو قرآن و سنت میں حیات انسانی کی مختلف شعبوں سے متعلق مذکور اور موجود ہیں، ان کے مابین اگر کوئی اختلاف ہو سکتا ہے تو وہ صرف فروعی نوعیت کا ہو سکتا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ نئے حالات میں نئے پیدا شدہ مسائل کو بارے میں

http://allamahtuaseen.com

مسلمہ اصولوں کی بنیاد پر مقاصد کی روشنی میں جب چند ارباب فکر اور اصحاب علم غور و فکر کرتے اور ان کا حل نکالتے ہیں تو اس میں بعض دفعہ ان کے مابین اختلاف آراء ہو جایا کرتا ہے لیکن چونکہ ان مختلف آراء میں سے ہر رائے متفقہ اور مسلمہ اصول و مقاصد کی تعبیر اور ترجمانی ہوتی ہے لہذا ہر رائے اصولی طور پر درست ہوتی ہے اختلاف اولیٰ و غیر اولیٰ اور راجح و مرجوح کا ہوتا ہے اور ان میں سے کوئی رائے بھی بنیادی طور پر غلط نہیں ہوتی لہذا اکثریت جس رائے پر بھی متفق و متحد ہو جائے سب کے لیے اس پر عمل کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

غرضیکہ اسلامی مجلس شوریٰ کے افراد کے مابین بعض دفعہ جو اختلاف آراء ہوتا ہے اس کی نوعیت ایسے اختلاف آراء کی ہوتی ہے جو ایک جماعت کے افراد کے مابین ہو کرتا ہے ایسے اختلاف آراء کی نہیں ہوتی جو مغربی پارلیمانی نظام میں مختلف سیاسی جماعتوں کے افراد کے مابین ہو کرتا ہے کیونکہ وہ جماعتیں اپنے الگ الگ پروگرام، اغراض و مقاصد اور اصول و نظریات رکھتیں اور ان کی کامیابی کے لیے کوشش کرتی ہیں لہذا ان کے درمیان اختلاف عموماً بنیادی اور اصولی قسم کے ہوتے ہیں۔ مغربی پارلیمانی نظام میں مختلف جماعتوں کے جواز کا فلسفہ یہ ہے کہ وہ اپنے پاس کوئی ایسا دینی یا غیر دینی نظام حیات نہیں رکھتیں جس کے اندر زندگی کے ہر شعبے سے متعلق اصولی رہنمائی پائی جاتی اور جسے وہ سب مانتے اور تسلیم کرتے ہوں، مذہب کا ان کے ہاں جو تصور ہے وہ صرف چند مذہبی عبادات اور رسوم تک محدود اور افراد کی نجی و پرائیوٹ زندگی سے مخصوص ہے، اجتماعی زندگی کے معاشی، معاشرتی، سیاسی اور ثقافتی امور و مسائل اس کے دائرہ ہدایت سے خارج ہیں، بہت عرصے سے وہاں یہ طے ہو چکا ہو کہ کلیسا کو ان اجتماعی مسائل میں دخل دینے کا کوئی حق و اختیار نہیں، ملک و قوم کے ارباب فکر و نظر اپنے لیے جو بھی معاشی، معاشرتی، سیاسی اور ثقافتی نظام بہتر اور مفید سمجھیں اختیار کر سکتے ہیں اور جس کو جب بدلنا چاہیں بدل سکتے ہیں، بنا بریں ان کے ہاں مختلف اور متعدد سیاسی جماعتوں کا جواز پیدا ہو جاتا ہے جو مختلف معاشی، معاشرتی، سیاسی

http://alamahtuaseen.com

اور ثقافتی اغراض و مقاصد کو ملک اور قوم کے لیے بہتر سمجھتی اور ان کو بروئے کار لانے کے لیے اقتدار حکومت حاصل کرنا چاہتی ہیں، لیکن ایک ایسے معاشرے میں جس کا یہ دعویٰ ہو کہ وہ اپنے پاس ایک جامع اور متعین نظام زندگی رکھتا اور اسے وہ دیگر تمام نظامائے زندگی سے بہتر اور اعلیٰ سمجھتا ہے اس میں متعدد سیاسی جماعتوں کی کوئی گنجائش نہیں نکلتی کیونکہ اس کے اندر وہ چیز ہی موجود نہیں ہوتی جس کی بنا پر مختلف سیاسی جماعتوں کا جواز پیدا ہوتا ہے یعنی اجتماعی زندگی کے متعلق اصول و مقاصد کا اختلاف، یہی وجہ ہے کہ سوشلسٹ ملکوں اور معاشروں میں کہیں بھی مختلف اور متعدد سیاسی جماعتوں کا کوئی وجود نہیں ہوتا، وہاں صرف ایک ہی سیاسی جماعت موجود ہے جو سوشلزم پر ایمان رکھتی ہے۔ اور چونکہ دین اسلام سے متعلق ہمارا یہ اعتقاد اور دعویٰ ہے کہ وہ دوسرے مذاہب کے برخلاف ایک جامع نظام زندگی اور کامل ضابطہ حیات ہے، انفرادی و اجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں سے متعلق اپنے اندر متعین ہدایت و رہنمائی رکھتا اور زندگی کے کسی شعبے کو نظر انداز نہیں کرتا، اور یہ کہ اسلامی نظام حیات اور ضابطہ زندگی دنیا کے باقی تمام نظامائے حیات اور ضابطائے زندگی کے مقابلے میں انسانیت کے لیے زیادہ بہتر و مفید ہے لہذا اس اعتقاد اور دعوے کے ساتھ اسلامی معاشرے میں متعدد اور مختلف سیاسی جماعتوں کا سوال ہی ختم ہو جاتا ہے کیونکہ جب عقائد و افکار، اصول و نظریات اور اغراض و مقاصد ایک ہوں تو پھر مختلف سیاسی جماعتیں کیسے وجود میں آسکتی ہیں۔

علاوہ ازیں اسلام کی یہ واضح تعلیم ہے کہ مسلمان مجتمع ہو کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں اور ہر قسم کے تفرقوں سے بچیں اور پرہیز کریں یعنی مکمل اتحاد و اتفاق اور یک جہتی و یگانگت کی تعلیم جو اپنے اندر بے شمار فائدے رکھتی ہے، اسی طرح اسلام کی یہ بھی قطعی تعلیم ہے کہ ایک مسلمان کو ہر حال میں حق و انصاف کا ساتھ دینا چاہیے خواہ اس سے اس کی ذات یا کسی عزیز و اقارب اور دوست و احباب کو نقصان پہنچتا ہو اور اس میں کسی امیر و غریب کی بھی کوئی رورعایت نہیں ہونی چاہیے، اور چونکہ یہ

http://allamahtuaseen.com

حقیقت واقعہ ہے جس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ایک ملت کے اندر مختلف سیاسی جماعتوں سے ضرور انتشار وافتراق پیدا ہوتا ہے اور مطلوبہ اتحاد واتفاق کا مقصد فوت ہو جاتا ہے، اسی طرح ہر سیاسی جماعت کے افراد کے اندر جو جماعتی عصبیت پیدا ہوتی ہے وہ افراد کو بے لاگ حق وانصاف کی تائید وحمایت سے روک دیتی اور انہیں دوسری جماعت کی صحیح اور حق بات کو ماننے میں رکاوٹ بنتی ہے لہذا ان دو خرابیوں اور برائیوں کی وجہ سے بھی مسلمان معاشرے میں متعدد سیاسی جماعتوں کا وجود اسلام کی رو سے ناجائز قرار پاتا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی مجلس شوریٰ میں اس کے ارکان وممبران کے مابین جو اختلاف آراء ہوتا ہے وہ ایسا ہوتا ہے جیسے ایک جماعت کے افراد کے درمیان کسی مسئلہ سے متعلق اختلاف آراء، اور یہ اختلاف آراء اس لیے مضر نہیں بلکہ مفید ہوتا ہے کہ اس سے ایک جزوی مسئلہ سے متعلق ایک اصول کی مختلف تعبیرات سامنے آتی اور افراد کی ذہنی تربیت ہوتی ہے جو مطلوب ہے۔

اسلامی مجلس شوریٰ کے اراکین کے لیے جو وصف نہایت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ہر شعبہ زندگی سے متعلق اسلام کے جو بنیادی اصول ومقاصد ہیں ان کا پورا علم رکھتے ہوں نیز وہ یہ بھی اچھی طرح جانتے ہوں کہ نئے پیدا شدہ جزوی مسائل کے حل کے لیے اصول کلیہ سے کیسے روشنی ورہنمائی حاصل کی جاتی اور کلئیات سے جزئیات کا استنباط واستخراج کیسے کیا جاتا ہے یعنی وہ حسب ضرورت اصول الفقہ سے واقفیت رکھتے ہوں نیز ان کے اندر نئے پیدا شدہ امور ومعاملات کو سمجھنے کی اچھی صلاحیت پائی جاتی ہو کیونکہ جو مسائل ہی کو اچھی طرح نہ جانتا سمجھتا ہو وہ ان کا صحیح حل کیسے تجویز کر سکتا ہے؟ اور مذکورہ وصف اس وجہ سے ضروری ہے کہ اسلامی مجلس شوریٰ کے ممبران بحیثیت مسلمان کے پابند ہیں کہ وہ جس مسئلے کے متعلق جو بھی فیصلہ کریں کتاب وسنت میں بیان کردہ اصول ومقاصد کے مطابق فیصلہ کریں یعنی جس مسئلہ کے متعلق قرآن وسنت میں جزوی صراحت کے ساتھ ہدایت موجود نہ ہو اس کے متعلق فیصلہ اصول کلیہ اور مبادی عامہ کی روشنی میں کریں، بہر حال ان کے خلاف وہ کوئی فیصلہ کرنے

http://alamahtuaseen.com

کے مجاز نہیں ہوتے لہذا ظاہر ہے کہ جو اصول و مبادی اور اغراض و مقاصد کو جانتے ہی نہ ہوں جو اسلام نے ہر شعبہ زندگی سے متعلق تجویز کیے ہیں وہ ان کے مطابق کوئی فیصلہ کیسے کر سکتے ہیں، اس لحاظ سے ہماری اسمبلیاں مجلس شوریٰ کا مصداق نہیں کیونکہ ان اسمبلیوں کی ممبری کے لیے ایسی کوئی شرائط مقرر نہیں لہذا ان اسمبلیوں میں جو حضرات منتخب ہو کر پہنچتے ہیں ان کی عظیم اکثریت باقی کو کچھ بھی جانتی ہو لیکن اسلام کے اساسی اصول و تصورات اور اعلیٰ اغراض و مقاصد کو بہت کم جانتی ہے جو اس نے زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق ہدایت فرمائی ہے چنانچہ ان اسمبلیوں سے مطالبہ کرنا کہ وہ تمام امور و مسائل کو اسلام کو مطابق طے کریں ایک طرح کی زیادتی ہے کیونکہ وہ چاہیں بھی تو ایسا نہیں کر سکتیں اور کریں گی تو بھی غلط سلط کریں گی جس سے اسلام کا خلیہ بگڑے گا اور اس کے تقدس کو نقصان پہنچے گا۔

ہمارے یہاں جو لوگ اسلام کے نام پر سیاسی جماعتوں کی بحالی کا مطالبہ کرتے اور متعدد سیاسی جماعتوں کے وجود کو اسلام کی رو سے ضروری قرار دیتے ہیں ان کے رویّے پر تعجب ہوتا اور ایسا لگتا ہے کہ وہ دانستہ یا نادانستہ طور پر اسلام کو اپنے ذاتی مفادات کے لیے استعمال کر رہے ہیں اور بجائے اس کے کہ خود اسلام کے تابع بنیں اسلام کو اپنے تابع بنا رہے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ ہمارا موجودہ معاشرہ، صحیح اور حقیقی طور پر اسلامی معاشرہ نہیں اس کی بڑی اکثریت دعوۃ اسلام کے باوجود نہ اپنے اندر صحیح ایمانی عقائد رکھتی، نہ ارکان اسلام پر عمل کا اہتمام کرتی اور نہ اسلامی اخلاق سے آراستہ نظر آتی ہیں، اسی طرح وہ نہ معاشی طور پر خود کفیل اور نہ سیاسی طور پر پوری طرح آزاد ہے اور اس کا سربراہ اقتدار ذہین و تعلیم یافتہ طبقہ مغرب کی ذہنی غلامی کا اسیر اور تہذیب مغرب کی ہر بات اور ہر ادا کو پسند کرتا اور اپنانے کی کوشش کرتا ہے خواہ وہ اسلام کے سراسر خلاف ہی کیوں نہ ہو، ایسی صورتحال میں اسلام کی حقیقی اجتماعی تعلیمات پر پوری طرح عمل کرنا جو معیشت، معاشرت، سیاست اور ثقافت سے متعلق ہیں خاصا مشکل اور دشوار کام ہے لہذا اگر ہم اسلام کے اجتماعی نظام پر عمل نہیں کر سکتے تو نہ کریں لیکن یہ کسی طرح ہمارے لیے جائز اور

http://allamahtuaseen.com

درست نہیں کہ ہم اسلام کو مسخ کر کے اور اسے توڑ مڑوڑ کر اپنے حالات کے مطابق بنائیں اور اس کا حلیہ بگاڑیں، کیونکہ ایسا کرنا اس پر عمل نہ کرنے سے کہیں زیادہ برا اور قبیح ہے جو اسلام نہیں، اور اسے اسلام کہنا خدا کے غضب کو دعوت دینا ہے۔

ختم کرنے سے پہلے میں یہ عرض کر دینا بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ پاکستان میں جو افراد اسلام کے حوالے سے متعدد سیاسی جماعتوں کے وجود کو ضروری گردانتے اور تمام سابقہ سیاسی جماعتوں کی بحالی کا مطالبہ کرتے ہیں وہ حقیقت میں نہ تو اس بارے میں اسلام کا صحیح اور پورا علم رکھتے ہیں اور نہ سیاسی جماعت کی حقیقت اور اس کی تعریف سے آگاہ و باخبر ہیں، اس بارے میں اسلام کا جو حقیقی موقف ہے وہ میں اپنے علم و فہم کے مطابق پہلے عرض کر چکا ہوں، جہاں تک ملکی و قومی سیاسی جماعت کی حقیقت اور تعریف کا تعلق ہے وہ یہ کہ جو جماعت ملک و قوم کی اصلاح اور تعمیر ترقی کے لیے مستقل پروگرام رکھتی اور اقتدار حکومت حاصل کر کے اس کے ذریعے اپنے پروگرام کو عملی جامہ پہنانا چاہتی ہو وہ ملکی سیاسی جماعت کہلاتی ہے لہذا جو جماعت پورے ملک و قوم کی اصلاح اور تعمیر و ترقی کے لیے نہیں بلکہ ملک کے کسی علاقے کے باشندوں کی اصلاح و تعمیر و ترقی کے لیے پروگرام رکھتی ہو یا اس کا مقصد مذہبی فرقوں میں سے کسی خاص فرقے کی بھلائی و بہتری تک محدود ہو، ایسی جماعت ملکی سیاسی جماعت کی تعریف میں نہیں آتی، اس لحاظ سے دیکھا جائے تو کالعدم سیاسی جماعتوں میں سے بہت سی ملکی سیاسی جماعت کی تعریف سے خارج ہو جاتی ہیں، اور پھر چونکہ سیاسی جماعت اپنے الگ نام اور اپنے بنانے والے لیڈر کے نام سے وجود میں نہیں آتی بلکہ قومی و ملکی اصلاح اور تعمیر و ترقی سے متعلق مخصوص پروگرام کے ذریعے وجود میں آتی ہیں لہذا جن متعدد سیاسی جماعتوں کے پروگرام اور اغراض و مقاصد بنیادی طور پر ایک طرح کے ہوں وہ سب ایک سیاسی جماعت قرار پاتی ہے خواہ ان کے نام اور ان کے لیڈروں کے نام کتنے ہی مختلف کیوں نہ ہوں، ویسے سیاسی جماعت کے نام کے لیے یہ بھی ضروری ہونا چاہئے کہ اس سے اس

http://alamahtuaseen.com

کے مخصوص اغراض و مقاصد اور پروگرام و لائحہ عمل کی عکاسی و ترجمانی ہوتی ہو۔ اس پہلو سے پاکستان کی کالعدم سیاسی جماعتوں کی دساتیر کا مطالعہ کیا اور گہرا جائزہ لیا جائے تو نظر آئے گا کہ ان میں سے بہت سی جماعتوں کے اغراض و مقاصد اصولی و بنیادی طور پر ایک سے ہیں لہذا وہ الگ الگ جماعتوں کے بجائے ایک جماعت قرار پاتی ہیں لہذا ہماری منتخب قومی اسمبلی کو جو عنقریب سیاسی جماعتوں کے متعلق کوئی فیصلہ کرنے والی ہو اس پہلو پر بھی ضرور نظر رکھنی چاہیے۔

وما علینا الا البلاغ

http://allamahtuaseen.com